عقدِ نکاح کا شرعی معیار

تحریر: صوبیدار لطیف اللہ

اسلام ایک فطری دین ہے اور وہ فطری مطالبات کے عین مطابق ہے۔ فطرت نے تمام انواع کی طرح انسان کو بھی زوجین یعنی دو ایسی صنفوں کی صورت میں پیدا کیا ہے جو ایک دوسرے کی جانب طبعی میلان رکھتی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (۱)

اور اللہ تعالی کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے خود تم ہی میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرسکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت و رحمت رکھ دی ہے۔

دیگر انواع کے برعکس انسان میں یہ میلان غیر محدود اور غیر منضبط ہے۔ یہ صنفی میلان انسانی جسم کے ریشے ریشے اور اس کے قلب وروح کے گوشے گوشے میں رکھا گیا ہے جس کا مقصد انسان کی انفرادیت کو اجتماعیت کی طرف مائل کرنا ہے۔ فطرت نے اس میلان کو تمدن انسانی کی اصل قوت محرکہ بنایا ہے۔ اس میلان و کشش کے ذریعہ سے نوع انسانی کی دو صنفوں میں وابستگی پیدا ہوتی ہے اور پھر اس وابستگی سے اجتماعی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔

عورت اور مرد کے تعلق کا مسئلہ دراصل تمدن کا بنیادی مسئلہ ہے اور اسی کے صحیح حل پر تمدن کی صلاح وفساد اور اس کی بہتری وبدتری اور اس کے استحکام وضعف کا انحصار ہے اس صنفی میلان کو انارکی اور بے اعتدالی سے روک کر اس کے فطری مطالبات کی تشفی وتسکین کیلئے جو راستہ خود فطرت چاہتی ہے وہ صرف یہی ہے کہ عورت اور مرد کے درمیان نکاح کی صورت میں مستقل وابستگی ہو اور اس وابستگی سے خاندانی نظام کی بناء پڑے۔ تمدن کے وسیع کارخانے کو چلانے کیلئے جن پرزوں کی ضرورت ہے وہ خاندان کی اس چھوٹی کارگاہ میں تیار کئے جاتے ہیں۔ یہاں لڑکیوں اور لڑکوں کے جوان ہوتے ہی کارگاہ کے منتظمین کو خود

بخود یہ فکر لاحق ہوجاتی ہے کہ حتی الامکان ان کے ایسے جوڑ لگائیں جو ایک دوسرے کیلئے زیادہ مناسب ہوں۔ خاندان کے سربراہ اس ذمہ داری سے اگر ٹال مٹول کریں تو برے نتائج سامنے آسکتے ہیں اور اس بری صورت حال کا بوجھ اور وبال باپ پر ہوگا۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذابلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثماً فانما اثمه على ابيه(۲)

جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اس کا اچھا سا نام رکھے اور اسے تہذیب سکھائے۔ بالغ ہونے پر اس کا نکاح کردے۔ اگر بالغ ہونے کے بعد نکاح نہ کیا اور وہ کسی گناہ کا مرتکب ہو گیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے۔

ایک دوسرے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تورات میں لکھا ہے:

من بلغت ابنته اثنتى عشرة سنةولم يزوجها فاصابت اثماً فاثم ذالک عليه(۳)

جس شخص کی بچی بارہ سال کی عمر کو پہنچ گئی اور اس نے بچی کا نکاح نہیں کرایا اور وہ کسی غلطی میں مبتلا ہو گئی تو اس کی غلطی کا وبال اس کے باپ پر ہوگا۔

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ اولاد جب جوان ہوجائے تو ماں باپ کی تمام ذمہ داریوں میں سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ ان کیلئے مناسب رشتے تلاش کرنے کی کوشش کریں۔

رشتہ کرنے کا اسلامی طریقہ

نکاح کا پیغام دینے کو عربی میں خطبہ کہتے ہیں۔ شریعت کی نظر میں یہ بڑا مستحسن اور پسندیدہ عمل ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے طرز عمل اور ارشادات سے رشتہ کرنے کا جو عمومی طریقہ بتایا ہے وہ یہ ہے کہ مرد کی طرف سے عورت کے اولیاء اور سرپرستوں کو پیغام دیا جائے اور رشتہ کی طلب واستدعا کی جائے وہ اگر رشتہ کو مناسب اور قرین مصلحت سمجھیں تو عورت کے عاقلہ، بالغہ اور صاحب رائے ہونے کی صورت میں اس کی مرضی معلوم کرکے اور کم سن ہونے کی صورت میں اپنی مخلصانہ اور خیر خواہانہ صوابدید کے مطابق رشتہ منظور کرلیں۔ ظاہر ہے کہ یہی طریقہ فطرت وحکمت کے عین مطابق ہے۔

رشتہ کرنے کی غرض سے اجنبی عورت کو دیکھنا:

اسلام جہاں اجنبی عورتوں کے حسن اور زیب وزینت کی دید سے منع کرتا ہے وہاں رشتہ کرنے اور منگنی ونکاح کے سلسلہ میں اس نے مرد اور عورت کے اس دائمی تعلق کی پائیداری واستواری کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس بات کی اجازت بھی دے دی ہے کہ ممکن ہو تو پیغام دینے سے پہلے عورت کو دیکھ لیا جائے تاکہ بعد میں افسوس نہ ہو۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:

عن جابررضی اللّٰہعنہ قال قال رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم اذا خطب احدکم المرأۃ فان استطاع ان ینظرالی مایدعوہ الی نکاحھافلیفعل(۴)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکان اسے دیکھ لینا چاہیے کہ آیا اس میں کوئی چیز ہے جو اس کو اس عورت کے ساتھ نکاح کی رغبت دلانے والی ہو۔

عن المغیرۃرضی اللّٰہعنہ بن شعبۃ قال خطبت امراۃً علی عھد رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم قال النبی صلی اللّٰہعلیہ وسلم انظرت الیھا ؟قلت لا قال فانظرالیھا فانہ اجدران یؤدم بینکما (۵)

حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور سرور کائنات ﷺ کے دور اقدس میں ایک عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تو نے اسے دیکھ بھی لیا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس عورت کو دیکھ لیجئے۔ اس سے محبت والفت بڑھے گی۔

دوسرے کے پیغام نکاح پر پیغام نہ دیا جائے:

مسلمانوں کی باہمی ہمدردی وخیر خواہی کے پیش نظر اسلام نے یہ اصولی ہدایت فرمائی ہے کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے دوسرے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام نکاح دے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عن ابن عمررضی اللّٰہعنہ قال قال رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم لا یبع الرجل علی بیع اخیہ ولا یخطب علی خطبۃ اخیہ الا ان یاذن لہ(٦)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع (سودا) نہ کرے اور اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر نکاح کا پیغام نہ بھیجے مگر جب وہ اس کو اجازت دے۔

حضور اکرم ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے:

عن ابی هريرةرضی اللّٰهعنه قال قال رسول اللّٰهصلی اللّٰهعليه وسلم لا يخطب الرجل علی خطبة اخيه حتی ينكح او يترک(۷)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسا نہ کرے کہ اپنے دوسرے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح دے تا آنکہ وہ نکاح کرے یا چھوڑ دے اور بات ختم ہوجائے۔

ان احادیث مقدسہ سے یہ بات واضح اور عیاں ہوجاتی ہے کہ رشتہ مقرر کرنے کی غرض سے اجنبی عورت کو دیکھنے کی اجازت خصوصی اس لئے دی گئی ہے تاکہ رشتہ استوار و پائدار ہو۔ اس کے علاوہ دوسری ہدایت یہ بھی ملتی ہے کہ جب ایک مسلمان بھائی کی جس جگہ رشتہ کی بات چیت چل رہی ہو تو اس وقت تک وہاں رشتہ کی طلب واستدعا نہ کی جائے جب تک ان کے درمیان رشتہ کی بات چیت مکمل نہیں ہوجاتی۔

رشتہ پر رضامندی کا اظہار:

پیغام نکاح لڑکے کے اولیاء کی طرف سے ہو یا لڑکی کے اولیاء کی جانب سے اور اس پر آمادگی و رضامندی ظاہر کرنے کی صورت میں اس کی حیثیت محض وعدہ نکاح تک محدود ہے۔ رشتہ لینے یا دینے پر رضامندی ظاہر کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انعقاد نکاح ہوگیا ہے لیکن جب کسی بالغ مرد نے بالغ عورت سے یا کسی بالغ عورت نے بالغ مرد سے دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کیا تو قانونی طور پر دونوں میں رشتہ نکاح قائم ہوگیا۔

ہمارے لئے اس سے بڑھ کر اور المیہ کیا ہوگا کہ ہمارا معاشرہ دن بدن اسلام سے دور ہوتا جارہا ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں بے دینی جگہ پکڑتی جارہی ہے نہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکامات و فرمودات کی پرواہ ہے اور نہ ہی رسول مقبول ﷺ کی شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہونے کی فکر ہے۔ ہمیں صرف اپنی ذاتی و نفسیاتی خواہشات کی تسکین سے غرض ہے۔

ہمارے معاشرے میں ہزاروں لڑکوں اور لڑکیوں کے اولیاء کے درمیان بالمشافہ یا بالواسطہ رشتہ لینے دینے پر رضامندی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ رشتہ کو قبول کرنے اور اس پر رضامندی کے اظہار سے اس کی شرعی حیثیت فریقین کے مابین ایفائے عہد کا اقرار ہے

جس کے کے متعلق قرآن مجید میں بڑی تاکید آئی ہے:

یایھاالذین امنوا اوفوا بالعقود (۸)

اے ایمان والو اپنے اقراروں کو پورا کرو

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:

واوفوا بالعھد ان العھدکان مسؤلا (۹)

اور عہد کو پورا کرو کہ عہد کے بارے میں ضرور پوچھ گچھ ہوگی۔

مومن کا تو یہ کام ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کو پورا کرتا ہے اور نبھاتا ہے۔ اسلام اپنے پیرو کاروں اور ماننے والوں سے یہی کچھ تقاضا کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

الذین یوفون بعھداللہ ولا ینقضون المیثاق والذین یصلون ماامراللہبہ ان یوصل ویخشون ربھم ویخافون سوء الحساب (۱۰)

جو خدا کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اقرار کو نہیں توڑتے اور جن کے جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ان کو جوڑے رکھتے ہیں اور اپنے پرودکار سے ڈرتے رہتے ہیں اور برے حساب سے خوف رکھتے ہیں۔

اسلامی شریعت کی واضح ہدایت ہے کہ رشتہ قبول کرنے سے پہلے لڑکی اور لڑکے کی شخصیت، طبیعت اور مزاج کے متعلق تمام معلومات حاصل کرلی جائیں اور صحیح رائے قائم کرنے کے بعد حتمی فیصلہ کیا جائے لڑکے اور لڑکی کی دینی واخلاقی حالت کو اچھی طرح جانچنا چاہیے کیونکہ دین واخلاق کی خاطر دوسری کمزوریوں کو تو برداشت کیا جاسکتا ہے لیکن کسی بڑی سے بڑی خوبی کی خاطر دین واخلاق سے محرومی کو گوارا نہیں کیا جاسکتا۔ رشتہ پر رضامندی ظاہر کرنے کے بعد حتی الامکان اس کو نبھانا اور پورا کرنا چاہیے جس میں ہم لوگ بہت کوتاہی کرتے ہیں۔ جب تک اس عہد کو پورا کرنے میں کوئی شرعی عذر یا رکاوٹ حائل نہ ہو اس وقت تک اس کو نبھانا اور پورا کرنا شرعاً واجب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

لاایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عھد لہ (۱۱)

اس شخص کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس شخص کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پابند نہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی بے شمار احادیث میں وعدہ خلافی کی ممانعت آئی ہے اور یہ بہت

بری چیز اور گناہ ہے جبکہ وعدہ کی وفاو پابندی اجرو ثواب کی ضمانت ہے۔ معاملہ کی نزاکت کومد نظر رکھتے ہوئے دونوں پہلوؤں پر چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں تاکہ ہمارے قلوب واذہان میں کوئی تردد اور شک وشبہ نہ رہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہعنہ عن النبی صلی اللّٰہعلیہ وسلم قال لا تمار اخاک ولا تمازحہ ولا تعدہ موعداً فتخلفہ(۱۲)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر اور اس سے مذاق نہ کر اور اس سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے۔

عن ابی ہریرۃرضی اللّٰہعنہ ان رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم قال ایۃ النفاق ثلث اذا حدث کذب واذاوعد اخلف واذا اؤتمن خان(۱۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا منافق کی علامتیں تین ہیں۔ ایک یہ کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے دوسری جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے تیسری یہ کہ اس کے پاس اگر کوئی شخص امانت رکھے تو وہ اس میں خیانت کرے۔

وعدہ کو نبھانا اور پورا کرنا دخول جنت کا ذریعہ ہے۔ حضرت عبادہؓ بن صامت سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اضمنوا لی ستاً من انفسکم اضمن لکم الجنۃ اصدقوا اذااحدثتم واوفوا اذا وعد تم وادوااذا اتمنتم واحفظوا فروجکم وغضوا ابصارکم وکفوا ایدیکم(۱۴)

مجھے اپنے نفس سے چھ باتوں کی ضمانت دو میں تم کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں جس وقت بولو سچ کہو جب وعدہ کرو پورا کرو جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے ادا کرو۔ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور اپنے ہاتھ روک رکھو۔

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ رشتہ پر رضامندی ظاہر کرنا ایک طرح کا عہد وپیمان ہے اور اس کا ایفا کرنا ضروری ہے کیونکہ مومن کا شیوہ وفاداری ہے عہد شکنی نہیں ہے۔ وفاداری کا تقاضا یہ ہے کہ ہم عہد وپیمان باندھنے سے پہلے اس کے تمام پہلوؤں پر خوب غور خوض کریں تاکہ بعد میں عہد شکنی کے جرم سے اپنے دامن کو بچا سکیں۔ ہاں اگر رشتہ پر رضامندی ظاہر کرنے کے بعد کچھ ایسے حالات وواقعات ظہور پذیر ہوئے یا وعدہ کے ایفاء

میں کچھ شرعی موانع درپیش ہوں تو اس صورت میں اپنے وعدے سے دست بردار ہوسکتا ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالی اس سے در گزر فرمائیں گے۔ حضور اکرم ﷺ کی حدیث ہے:
حضرت زیدؓ بن ارقم راوی ہیں۔

اذا وعدالرجل اخاه ومن امنیته ان یفی له فلم یف ولم یجئی للمیعاد فلا اثم علیه(۱۵)

جس وقت کوئی آدمی اپنے بھائی کے ساتھ وعدہ کرے اور اس کی نیت اسے پورا کرنے کی ہے پھر کسی وجہ سے اس کو پورا نہ کرسکے اور اس وقت پر نہ آئے اس پر گناہ نہیں ہے۔

بالغ اولاد کا نکاح:

ایک عاقل بالغ مرد اپنا نکاح کرنے میں خودمختار ہے لیکن بالغہ عورتوں کے نکاح کے معاملہ میں سرپرستوں کے حق ولایت میں اختلاف ہے۔ البتہ بالغ لڑکے اور لڑکیوں پر اولیاء کو ولایت مستحبہ حاصل ہے۔ تاہم بالغ لڑکیوں کی رضا اور ان کی اجازت ہر حالت میں ضروری قرار دی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن ابن عباس رضی اللّٰہعنه قال قال رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیه وسلم الایم احق بنفسهامن ولیهاوالبکرتستامرفی نفسها واذانهاصماتها(۱۶)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کنواری عورت نہ ہو وہ اپنے سرپرست کی بہ نسبت اپنی ذات کی خودمختار ہے مگر کنواری لڑکی سے بھی نکاح کی رضامندی حاصل کی جائے اور اس کا خاموش رہنا ہی اس کی اجازت ہے۔

عن ابی هریرة رضی اللّٰہعنه ان النبی صلی اللّٰہعلیه وسلم قال لا تنکح الثیب حتی تستامر ولاالبکرالا باذنهاقالوا یارسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیک وسلم ومااذنهاقال ان تسکت(۱۷)

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیوہ عورت کی شادی نہ کی جائے جب تک اس کی رضامندی حاصل نہ کی جائے۔اور کنواری لڑکی سے بھی اجازت حاصل کی جائے لوگوں نے پوچھا اس کی اجازت کی صورت کیا ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہعنه ان جاریةً بکرا اتت النبی صلی اللّٰہعلیه

وسلم فذکرت ان اباها تزوجها وهی کارهۃ" فخیرها النبی صلی اللہعلیہ وسلم(۱۸)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے بیان کیا کہ اس کے باپ نے زبردستی ایک جگہ اس کا نکاح کردیا ہے اس پر رسول اللہ ﷺ نے اسے (نکاح کے باقی رکھنے یا نہ رکھنے کا) اختیار دے دیا۔

ان احادیث مبارکہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اب قرآن وحدیث کے وہ احکام بیان کئے جاتے ہیں جن میں عورت کے نکاح کو ولی کے اختیار میں دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

ولاتنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا(۱۹)

اور نہ اپنی عورتوں کو مشرک مردوں کے نکاح میں دو جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

عن ابی موسیٰ رضی اللہعنہ قال قال رسول اللہصلی اللہعلیہ وسلم لا نکاح الابولی(۲۰)

حضرت ابوموسیٰ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔

قرآن وحدیث کے ان احکام کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نکاح کے معاملہ میں اصل فریق مرد اور عورت ہیں۔ ایجاب وقبول ناکح اور منکوحہ کے درمیان ہوتا ہے۔ بالغہ عورت شوہر دیدہ ہو یا باکرہ نکاح اس کی رضامندی اور اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہو سکتا۔ مگر شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ عورتیں اپنے نکاح کے معاملے میں اس درجہ خود مختار ہوجائیں کہ اپنے اولیاء کی مرضی اور خاندانی مصلحتوں کے خلاف جس کو چاہیں اپنے خاندان میں داماد کی حیثیت سے لے آئیں۔ نظام معاشرت کو اختلال و برہمی سے محفوظ رکھنے اور خاندان کے اخلاق ومعاملات کو اندرونی وبیرونی فتنوں سے بچانے کی ذمہ داری مرد پر ہے اور اس نظم کی خاطر عورت پر یہ فرض عائد کیا گیا ہے کہ جو شخص اس نظم کا ذمہ دار ہو اس کی اطاعت کرے خواہ وہ اس کا شوہر ہو یا باپ یا بھائی۔

نابالغ اولاد کا نکاح:

نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کا ولی اپنے اختیار سے کرسکتا ہے جس کا جواز قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والئی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثة اشھر والئی لم یحضن (۲۱)

تمہاری جو عورتیں حیض سے ناامید ہو گئی ہوں اور اگر تمہیں کوئی شک لاحق ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے اور یہی حکم ان کا بھی ہے جنہیں ابھی ایام آئے ہی نہ ہوں۔

عدت کا شمار طلاق یا موت کی صورت میں کیاجاتا ہے۔ قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں نابالغہ لڑکیوں کی عدت کا حکم نابالغہ کے نکاح پر جواز کی بین دلیل ہے۔

اسوہ حسنہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

عن عائشةرضی اللّٰہعنہ ان النبی صلی اللّٰہعلیہ وسلم تزوجھا وھی بنت سبع سنین وزفت الیہ وھی بنت تسع سنین ولعبھا معھا ومات عنھا وھی بنت ثمانی عشرة (۲۲)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے نکاح کیا اس حال میں کہ وہ سات برس کی تھیں اور جب رخصتی ہوئی تو نوبرس کی تھیں اور ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے اور جب آپؐ وصال پاگئے تو ان کی عمر اٹھارہ برس کی تھی۔

اگر کسی نابالغ لڑکے یالڑکی کا نکاح باپ یا دادا نے کردیا ہے تو اب بالغ ہونے کے بعد لڑکے یا لڑکی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس عقد نکاح کو توڑدیں ان کو باپ دادا کا کیا ہوا نکاح باقی رکھنا پڑے گا چاہے باپ دادا نے میل میں نکاح کیا ہو یا بے میل نکاح کیا ہو کم مہر پر نکاح کیا ہو یا زیادہ مہر پر کیا ہو ہر صورت میں یہ نکاح ہوجائے گا۔ یعنی باپ دادا کو اپنے نابالغ لڑکے اور لڑکیوں پر ولایت اجبار حاصل ہے ہدایہ میں ہے:

فان زوجھماالاب اوالجد یعنی الصغیروالصغیرة فلا خیار لھما بعد بلوغھما لانھماکاملا الرائی وافر الشفقة (۲۳)

اگر نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح ان کے باپ یادادا نے کیا ہو تو ان کو خیار بلوغ نہیں ہے اس لئے کہ باپ داد کامل الرائے اور اولاد کے حق میں بہت زیادہ شفقت والے ہیں۔

ولی کو شریعت نے یہ اختیار اس لئے دیا ہے کہ بعض اوقات اچھے خاندان میں مناسب رشتہ مل جاتا ہے اور بلوغ کا انتظار کرنے میں اس رشتہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لڑکے اور لڑکی کی بھلائی اور بہتری کیلئے اگر نابالغی میں ان کا نکاح کردیا جائے جو اصول شریعت کے مطابق ہو تو درست ہے۔

لیکن اگر باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی نے ان کا نکاح کیا تو بلوغت پر انہیں اختیار حاصل ہے۔ ہدایہ میں ہے:

وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار اذا بلغ ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ (۲۴)

اور اگر لڑکے یا لڑکی کا نکاح (بحالت نابالغی) باپ دادا کے علاوہ دوسرے ولی نے کیا ہو تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے جب بالغ ہوجائیں اگر چاہیں نکاح کو باقی رکھیں اور اگر چاہیں تو فسخ کردیں۔

باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی کے نکاح کرانے کی صورت میں خیار کی نوعیت دو قسم کی ہے اول یہ کہ انہوں نے نکاح میل میں کیا ہو اور مہر بھی زیادہ یا بہت کم نہیں باندھا ہے تو اس نکاح کا حکم ہے کہ بالغ ہونے کے بعد اگر لڑکے یا لڑکی یا دونوں کو رشتہ ناپسند ہے تو وہ مسلمان حاکم اور جہاں مسلمان حاکم نہ ہوں تو کسی اسلامی جماعت کے پاس درخواست دے کر اس کو فسخ کراسکتے ہیں۔ دوم صورت یہ ہے کہ باپ دادا کے علاوہ کسی ولی نے بے میل نکاح کردیا ہو یا مہر بہت زیادہ یا بہت کم رکھ دیا ہو تو اس صورت میں وہ نکاح ہوگا ہی نہیں اس لئے دونوں اگر اس رشتے کو پسند کرتے ہیں تو پھر سے دوبارہ نکاح کرلیں ورنہ دونوں آزاد ہیں (۲۵)

ولایتِ اِجبار کی شرائط:

نابالغ لڑکے اور لڑکیوں پر باپ دادا کو ولایت اجبار حاصل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کیا ہوا نکاح لڑکے اور لڑکیاں بالغ ہونے کے بعد رد نہیں کرسکتے لیکن ولایت اجبار کیلئے چند شرائط ہیں اگر وہ نہ پائی جائیں تو پھر بالغ ہونے کے بعد لڑکا یا لڑکی باپ دادا کے کیے ہوئے نکاح پر مجبور نہیں ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شخص بے باک اور بے غیرت قسم کا نہ ہو کہ اس کو گناہ کرنے میں کوئی عاراور شرم محسوس نہ ہو اگر ایسا شخص نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح بے جوڑ جگہ کردے تو یہ نکاح صحیح نہ ہوگا۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ لالچی قسم کا نہ ہو یعنی اس کے بارے اگر یہ بات معلوم ہو کہ وہ لالچی ہے یا یہ معلوم ہوجائے کہ اس نے لالچ میں آ کر غلط جگہ شادی کردی ہے تو یہ نکاح بھی باطل ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ وہ ہوش وحواس کی حالت میں اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرے۔ اگر نشے کی وجہ سے یا شدید مرض کی وجہ سے یا جنون کی وجہ سے اس کے ہوش وحواس درست نہ ہوں تو یہ نکاح بھی باطل ہوگا(۲۶)

نکاح کی پائیداری واستحکام اور امور کفاءت:

مرد اور عورت کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے سے پہلے ان کے اولیاء پر لازم ہے کہ وہ اس رشتہ کی استواری اور خوشگواری برقرار رکھنے کی غرض سے ان کی دینی، معاشی اور معاشرتی مناسبت کو ملحوظ رکھیں۔ کیونکہ اس مناسبت کو نظرانداز کرکے وہ اعلیٰ وارفع مقاصد حاصل نہیں کئے جاسکتے جوایک صلح تمدن اور مستحکم معاشرے کو وجود میں لانے کیلئے ناگزیر ہیں۔

ائمہ مجتہدین نے نہایت جانفشانی سے اپنی اجتہادی صلاحیتوں اور فہم وبصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے مجموعی طور پر مندرجہ ذیل امور میں کفاءت و برابری کا اعتبار کیا ہے:
۱۔ نسب وخاندان ۲۔ آزادی ۳۔ اسلام یعنی خاندانی (مسلمان ہونا) ۴۔ دیانت وتقویٰ ۵۔ مال اور معاشی سطح ۶۔ حسب وخاندانی وجاہیت ۷۔ صنعت وحرفت اور پیشہ ۸۔ عیوب سے محفوظ ہونا ۹۔ عقل(۲۷)

ائمہ اربعہ میں امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم تو کفاءت میں پانچ چیزوں کا لحاظ کرتے ہیں یعنی (۱) اسلام (۲) دیانت وتقویٰ (۳) نسب (۴) مال (۵) اور پیشہ مگر امام مالک نے صرف دو چیزوں میں برابری کو ضروری قرار دیا ہے بقیہ اور چیزوں کے بارے میں برابری ہو یا نہ ہو۔ (۱) دین یعنی وہ عقیدۃً مسلمان ہو اور (۲) صلاح یعنی وہ بد اخلاق

اور بد کردار نہ ہو(۲۸)

فقہاء کرام کے متذکرہ بالاامور کفاءت کی اہمیت وافادیت مسلمہ ہے۔ ان کالحاظ کئے بغیر نہ تو عورت اور مرد کے تعلق کو دوام وپائیداری نصیب ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس تعلق سے دینی ودنیاوی برکات وثمرات سے مستفید ہونے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

ان تمام امور کفاءت میں بیک وقت اعتبار کیاجانا بہت دشوار اور مشکل نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام کفاءت کے قائل تو ہیں لیکن تمام امور میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ البتہ دین داری اور دیانت واخلاق کا معتبر ہونا فقہاء کے نزدیک متفق علیہ ہے۔

عقد نکاح کامعیار اور رسول عربی ﷺ کی حکیمانہ وفصیحانہ ہدایت

رسول عربی ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ رشتہ قائم کرنے سے پہلے فریقین کےاولیاء کو ترجیح دین واخلاق کو دینی چاہیے کیونکہ اسی صورت میں اس جوڑے کے درمیان وہ رفاقت اور باہمی وابستگی ہو سکتی ہے جو لباس اور جسم میں ہوتی ہے جو قرآن مجید کے نزدیک مطلوب ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

هن لباس لكم وانتم لباس لهن (۲۹)

عورتیں تمہاری لیے لباس ہیں اور تم ان کیلئے لباس ہو۔

حضور اکرم ﷺ کی احادیث مقدسہ کے قیمتی ذخیرے سے یہ ہدایت کتنی حکمت آمیز ہے جو آپ نے اپنے پیروکاروں کیلئے ارشاد فرمائی جس کو شریک حیات کے انتخاب کا معیار بنا کر مرد اور عورت حصار نکاح کو مستحکم اور مضبوط بنا سکتے ہیں اور معاشرہ بھی ایک فتنہ کبیر اور فساد عظیم سے محفوظ ومامون رہ سکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم تنكح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك (۳۰)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیاجاتا ہے۔ مال ودولت، حسب نسب، حسن وجمال اور دین واخلاق۔ پس تو دین دار کا انتخاب کرکے کامیاب ہو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں۔

عن عبد اللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه

وسلم الدنیا کلھا متاع وخیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ (۳۱)

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ساری دنیا ایک متاع (نفع اٹھانے کی چیز) ہے اور اس دنیا کا بہترین متاع نیک عورت ہے۔

دین دار اور صاحب اخلاق و کردار مرد ہی دین دار اور صالح عورت کا ہم پلہ ہوسکتا ہے اس لئے شوہر کے انتخاب کیلئے بھی حضور اکرم ﷺ کی یہی ہدایت ہے کہ دین واخلاق کو نظر انداز کرکے دوسری چیزوں کو اہمیت نہ دی جائے۔ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خطب الیکم من ترضون دینہ وخلقہ فزوجوہ ان لا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض (۳۲)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین واخلاق سے تم مطمئن اور خوش ہو تو اس سے اپنے جگر گوشے کی شادی کردو اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں زبردست فتنہ وفساد پھیل جائے گا۔

شریک حیات کے انتخاب کا یہی طریقہ اور معیار ہے جو اسلام اپنے پیرو کاروں کیلئے مقرر کرتا ہے اور انہی بنیادوں کو پیش نظر رکھنے کی اسلام نے ہدایت دی ہے۔ یہ حدیث فیصلہ کن انداز میں بتاتی ہے کہ جب آپ کے ہاں کسی ایسے لڑکے کا پیغام آجائے جس کے دین واخلاق کی طرف سے آپ کو اطمنان ہو کہ یہ خدا ترس، دیندار صوم صلاۃ کا پابند اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہے تو پھر بلاوجہ نکاح میں تاخیر اور ٹال مٹول کرنا کسی طرح صحیح نہیں اس لئے کہ رشتہ نکاح میں مسلمان کیلئے اولین اہمیت کی چیز دین وایمان ہی ہے اور جس سماج میں دین وایمان کو نظر انداز کرکے دوسری چیزوں کو اہمیت دی جائے یا مال ودولت اور حسن وجمال کو دین واخلاق پر ترجیح دی جائے تو ایسے معاشرے میں فتنہ وفساد کا طوفان اٹھ کر رہے گا۔

ہمارے معاشرے میں منگنی ونکاح کا معیار اور مسائل ومشکلات:

ہمارے معاشرے میں ہزاروں لڑکوں اور لڑکیوں کے رشتے طے ہوتے ہیں اور اکثر اپنے منطقی انجام تک پہنچنے سے پہلے ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوجاتے ہیں اور جو اپنے منطقی

انجام تک پہنچ پاتے ہیں ان جوڑوں کی زندگی بھی باہمی انس اور محبت ومودت کی بجائے تلخیوں اور نفرتوں کی نذر ہوجاتی ہے اور بہت کم خوش نصیب ایسے ہوتے ہیں جن کی شادی خانہ آبادی ہو ورنہ اکثر خانہ بربادی سے دوچار ہوتے ہیں۔

اس سے پہلے بھی ہم حضور اقدس ﷺ کی وہ حدیث مبارکہ بیان کرچکے ہیں جس میں آپ ﷺ نے دین دار عورت سے نکاح کرنے کی تاکید فرمائی ہے چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے پھر اثبات مقصد کیلئے دوبارہ بیان کردیا جائے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ مال ودولت، حسب نسب، حسن وجمال اور دین واخلاق۔ پس تو دین دار کا انتخاب کرکے کامیاب ہو تیرے دونوں ہاتھ خاک آلود ہوں"۔

اسی طرح لڑکیوں کیلئے بھی دین دار اور خوش خلق شوہروں کو ترجیح دینے کی پرزور تاکید حدیث میں آئی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ وہ حدیث بھی دوبارہ نقل کردی جائے۔ ارشاد گرامی ہے۔

"جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین واخلاق سے تم مطمئن اور خوش ہو تو اس سے اپنے جگر گوشے کی شادی کردو اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں زبردست فتنہ وفساد پھیل جائے گا"۔

ہمارے معاشرے میں خاندانی وازدواجی زندگی کے ضعف واضمحلال اور انتشار وپراگندگی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے منگنی ونکاح کے سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کے اقوال زریں اور سنت حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی تکلیف گوارہ نہیں کی ورنہ ہمارے یہ تمام مسائل ومصائب پیدا ہی نہ ہوتے جن کا سامنا آج ہمیں ہے۔

مال ودولت اور حسن وجمال کی مرغوبیت کا نظارہ:

مال ودولت سے متاثر ہوکر رشتہ طے کرنا مضبوط اور دیرپا ثابت نہیں ہوسکتا۔ آج کل عام رجحان یہی ہے کہ مالدار لڑکی سے نکاح کرنے کی بدولت مال ودولت اور جائیداد مل جاتی اور زندگی کی معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے میں آسانی مہیا ہوجاتی ہے۔ عورت کے مال ودولت سے متاثر ہوکر اس سے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الرجال قوامون على اللنساء بمافضل اللّٰہ بعضهم على بعض وبماانفقوا من اموالهم (۳۳)

مرد عورتوں پر قوام ہیں اس فضیلت کی بنا پر جو اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر عطا کی ہے اور اس بنا پر کہ وہ ان پر (مہر و نفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کو خاندان کا محافظ و نگہبان قرار دیا ہے وہ ان کے تمام امور و معاملات کا نگران ہے۔ اس پر خاندان کیلئے روزی کمانے اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ عورت کے مال و دولت پر نظر رکھ کر مرد کی قوامیت قائم نہیں رہ سکتی۔ مفکر اسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اسلامی شریعت کے حقائق و اسرار جاننے کی قابلیت و صلاحیت بخشی تھی۔ مرد کی قوامیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ضروری ہے کہ خاوند اپنی بیوی پر حاکم بنایا جائے اور جبلت کے اعتبار سے خاوند کا اس پر دباؤ ہوتا ہے کیونکہ خاوند میں عقل کامل ہوتی ہے اور اس میں کامل طور سے سیاست اور حمایت اور عار کے دفع کرنے کا بخوبی مادہ ہوتا ہے" (۳۴)

رشتہ مناکحت کے ذریعے ایک نئے خاندان کی داغ بیل پڑتی ہے اور خاندان کی داغ بیل ہی پر معاشرہ اور تہذیب و تمدن کی ساری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اس لئے اس بنیادی اہمیت کے کام کیلئے کسی کو ذمہ دار نہ بنایا جائے تو پھر اس میں انتشار و بدنظمی پیدا ہونی ضروری ہے اور جب اس میں انتشار و بدنظمی پیدا ہوگی تو رشتہ مناکحت کا مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔

حسن و جمال کا نظارہ:

بہت سے لوگ عورت کے حسن و جمال اور خوبصورتی سے مرعوب ہو جاتے ہیں۔ بے شک حسن اچھی چیز ہے اور طبیعت بشری کو حسن و جمال کی طرف رغبت ہوتی ہے لیکن جب نکاح سے مقصود حسن و جمال ہو تو حسن کے زائل ہوتے ہی تمام تر محبت و الفت بھی غائب ہو جاتی ہے۔ عصر حاضر میں عورتوں نے مصنوعی زیب و آرائش (میک اپ) سے اپنے فطری و قدرتی نقش و نگار اور جسمانی خد و خال اور اعضاء کو سنوارنے کا جو طریقہ اپنایا ہے وہ سراسر ایک فریب اور دھوکہ ہے جس میں جسمانی نقائص اور خامیوں کو چھپانے کی

کوشش کی جاتی ہے۔ایسے حسن وجمال سے مرغوب ہونا سراسر حماقت ہے۔
حضور اکرم ﷺ نے آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے اس مصنوعی حسن کے دھوکے اور فریب سے اپنے پیروکاروں کو آگاہ بھی کیا اور ساتھ ہی ساتھ اس برے عمل کے انجام سے خبردار بھی کیا حدیث نبوی ﷺ ہے:

عن عائشة رضی اللّٰہعنہاان امراۃ من الانصار زوجت ابنة لها فاشتکت فتساقط شعرهافاتت النبی صلی اللّٰہعلیه وسلم فقالت ان زوجهایریدها افأصل شعرها ؟فقال رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیه وسلم لعن الوصلات(۳۵)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے انصار کی ایک عورت نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا پھر وہ لڑکی بیمار ہوگئی اوراس کے بال گر گئے وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ اس کا خاوند اس کا قصد کرتا ہے کیا میں اس کے بالوں میں جوڑ لگوادوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا لعنت ہے جوڑ لگانے والوں پر۔

عن عبداللّٰہرضی اللّٰہتعالیٰ عنه قال لعن اللّٰه الواشمات والمستوشمات والنامصات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغیرات خلق اللّٰه(۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے لعنت کی اللہ نے گودنے والیوں پر اور گدانے والیوں پر اور منہ کے بال نکالنے والیوں پر اور نکلوانے والیوں پر اور دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں پر خوبصورتی کیلئے (تاکہ کم سن معلوم ہوں) اللہ کی خلقت بدلنے والوں پر۔

آج کل حسن کا معیار یہ ہے کہ عورتوں نے مردوں کی طرح بال کٹوانے شروع کردیئے ہیں اور مردانہ وضع قطع کے لباس زیب تن کر رکھے ہیں اور اپنا حسن وجمال آشکارا کر کے مردوں کو مائل کرنے کی خاطر آوارہ گھومتی پھرتی ہیں۔ عورتوں نے نیم عریاں لباس کو زینت جسم بنالیا ہے جو تمام جسم کی برہنگی کا ضامن ہے بلکہ جسم کے تمام اعضاء کی ساخت کو نمایاں کرنے کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن علی رضی اللّٰہعنه نهیٰ رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیه وسلم ان تحلق المرأة راسها(۳۷)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو سر منڈوانے سے منع فرمایا ہے

عن ابن عباس رضی اللّٰہعنہ قال قال النبی صلی اللّٰہعلیہ وسلم لعن اللّٰہ المتشتبھین عن الرجال بالنساء والمتشتبھات من النساء بالرجال (۳۸)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں اور ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں سے مشابہت کرتی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں۔فرمایا:

نساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤسھن کاسنمۃ البخت المائلۃ لایدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا وان ریحھا لیوجد من مسیرۃ کذا وکذا (۳۹)

لباس پہننے کے باوجود ننگی رہنےوالی (یعنی بہت باریک لباس پہننے والی) مردوں کو اپنی جانب مائل کرنے والی اور خود لوگوں کی طرف مائل ہونے والی عورتیں ۔ جن کے سر بڑے بڑے اونٹوں کی کوہانوں کی طرح جھکنے والے ہیں ۔ نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو اتنی اتنی دور سے سونگھی جاتی ہے۔

عورت کا حسن وجمال اور زیب وزینت تو یہ ہے کہ وہ اپنے جسم اور اعضاء کو ستر وحجاب میں رکھے اور اس کیلئے سب سے بڑا زیور حیاء ہے۔ جس عورت میں حیاء نہ ہو وہ عورت کسی کے گھر کا سکون نہیں بن سکتی۔ ایسی عورت سے منگنی ونکاح کرنا نہ تو معاشرے کی اصلاح کا موجب ہوسکتا ہے اور نہ ہی ایسا رشتہ مضبوط اور پائیدار ہوسکتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

ان لکل دین خلقا وخلق الاسلام الحیاء (۴۰)

ہر دین کیلئے خلق ہے اور اسلام کا خلق حیاء ہے۔

عن ابن عمررضی اللّٰہعنہ ان النبی صلی اللّٰہعلیہ وسلم قال ان الحیاء والایمان قرناء جمیعا فاذا رفع احدھما رفع الاخر (۴۱)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان اور حیاء دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں جب ان میں سے ایک اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔

ان تمام احادیث مقدسہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ عورت کے مال ودولت اور حسن

وجمال پر فریفتہ ہو کر منگنی ونکاح کرنا کامیاب زندگی گزارنے کی ضمانت فراہم نہیں کرسکتا۔ کامیاب زندگی بسر کرنے کیلئے عورت کے قدرتی وغیر اختیاری اوصاف یعنی خوشحالی وتنگدستی حسن وبدصورتی اور اعلیٰ وادنیٰ خاندان کی بجائے اس کے اختیاری واکتسابی اوصاف یعنی دینداری تقویٰ اور حسن اخلاق وکردار کو اہمیت دینا ضروری ہے اور اس معیار پر پورا اترنے کیلئے ہر عورت تگ ودو کرسکتی ہے حدیث نبوی ﷺ ہے:

عن انس رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من اراد ان یلقی اللہ طاهراً مطهراً فلیتزوج الحرائر (۴۲)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ سے پاک صاف ملنا چاہتا ہو تو وہ شریف عورتوں سے نکاح کرے۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مااستفاد المؤمن بعد تقوی اللہ خیراله من زوجة صالحة ان امرها اطاعته وان نظر الیها سرته وان اقسم علیها ابرته وان غاب عنها نصحته فی نفسها وماله (۴۳)

مومن کیلئے اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی چیز نہیں جس کو اگر حکم کرے تو فرمانبرداری کرے اگر اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کرے اگر اس پر قسم ڈالے تو اس کو پورا کرے، اگر اسکا خاوند غائب ہو تو اپنے نفس میں اور اس کے مال میں اس کی خیرخواہی کرے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے عورت میں عقد کی مداومت اور اس کے مطالب کی زیادتی کیلئے جن عمدہ خصلتوں کا ذکر کیا ہے ان میں سرفہرست یہ ہے کہ عورت نیک بخت دیندار ہو، یہ بات سب خوبیوں کی جڑ ہے اس کا خیال بہت ضروری ہے کیونکہ بالفرض اگر عورت اپنی ذات اور شرمگاہ کے باب میں کچی اور دین کی ہلکی ہوگی تو خاوند کو حقیر کرے گی اور لوگوں میں اس کا منہ کالا کرے گی۔ غیرت کے مارے اس کا دل پریشان اور زندگی تلخ ہوگی اگر وہ حمیت اور غیرت پر کاربند ہوگا تو ہمیشہ رنج کے دام میں گرفتار رہے گا اور اگر سہولت برتے گا تو اپنے دین اور آبرو کو بٹہ لگادے گا اور بے غیرت وبے شرم کہلاوے گا (۴۴)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص عورت سے نکاح اس کے مال وجمال کے

واسطے کرتا ہے تو وہ اس کے مال وجمال سے محروم کردیا جاتا ہے اور جو کوئی اس کی دینداری کی جہت سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو مال وجمال دونوں عنایت فرماتا ہے نیز ارشاد فرمایا کہ عورت سے بوجہ خوبصورتی کے نکاح مت کر کہ شاید اس کی خوبصورتی اس کو تباہ کردے اور نہ مال کے لحاظ سے اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہیے کہ شاید اس کا مال اس کو سرکش کردے بلکہ نکاح عورت کے ساتھ اس کی دیانت کے لحاظ سے کرنا چاہیے(۴۵)

دوسری خصلت خوش خلق ہونا ہے جو شخص فارغ البال رہنے کا طالب اور دین پر مدد کا خواہاں ہو اس کیلئے خوش خلق عورت کا ہونا بڑی غنیمت ہے کیونکہ اگر عورت زبان دراز، سخت گو، تند خو، نعمت کی ناشکری کرنے والی ہوگی تو نفع کی نسبت اس سے نقصان زیادہ ہوگا۔ کسی عرب کا قول ہے:

چھ قسم کی عورتوں سے نکاح مت کرو، اول انانہ، دوم منانہ، سوم حنانہ، چہارم حداقہ، پنجم براقہ، ششم شداقہ۔

انانہ: اس عورت کو کہتے ہیں جو ہر وقت کراہتی اور آہ آہ کرتی رہتی ہے اور ہر گھڑی اپنا سر پٹی سے باندھے رہے یعنی جو عورت دائم المرض یا بتکلف مریض ہی رہے اس کے نکاح میں کچھ برکت نہیں۔

منانہ: اس کو کہتے ہیں کہ خاوند پر اکثر احسان جتاوے کہ میں نے تیری خاطر یہ کیا اور وہ کیا۔

حنانہ: وہ ہے جو اپنے پہلے شوہر یا اپنی اولاد پر جو شوہر اول سے ہو فریفتہ رہے تو ایسی سے بھی اجتناب مناسب ہے۔

حداقہ: وہ ہے کہ ہر چیز پر نظر ڈالتی رہے اور اس کی خواہش کرے پھر شوہر کو اس کے خریدنے کیلئے تکلیف دے۔

براقہ: اس کے دو معنی ہوسکتے ہیں ایک اہل حجاز کے موافق یعنی جو عورت دن بھر اپنے چہرے کے بناؤ سنگھار میں رہے۔ دوسرے اہل یمن کے مطابق یعنی جو عورت کھانے پر روٹھے اور اکیلے ہی کھاوے اور ہر چیز میں سے اپنا حصہ جدا کرے۔

شداقہ: اس کو کہتے ہیں جو بکتی رہے اور اسی سے متشدق بھی نکلا ہے۔

دین اور اخلاق و کردار کی قدردانی سے دائرہ ازدواج میں وسعت:

عورت اور مرد کی ازدواجی زندگی میں ہم آہنگی اور موافقت کیلئے ضروری ہے کہ ان کے درمیان دیانت اور اخلاق و کردار میں مکمل مطابقت ہو۔ ہمارے معاشرے میں آج کل لوگ دین وتقوی اور اخلاق و کردار کو اہمیت نہیں دیتے ہیں بلکہ دوسری چیزیں دیکھ کر لڑکیوں اور لڑکوں کے رشتے طے کر دیتے ہیں پھر اس کے نتائج بھگتتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں دین واخلاق کی قدردانی سے منگنی وازدواج کا دائرہ وسعت پذیر ہوسکتا ہے۔ اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی اکثریت رشتہ ازدواج میں منسلک ہوسکتی ہے جو دین واخلاق میں ایک دوسرے کے ہم پلہ تو ہیں لیکن دوسرے معیار انہیں رشتہ نکاح جوڑنے میں مانع ہیں۔ اس وجہ سے بے شمار مسائل ومصائب ہمارے معاشرے میں فروغ پا رہے ہیں جن میں چند اہم نوعیت کے مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔اقتصادی لحاظ سے پست لڑکوں اور لڑکیوں کے رشتوں میں دشواری:

ہمارے معاشرے میں عام رجحان یہ ہے کہ رشتہ کرتے وقت لڑکے اور لڑکی والوں کے نزدیک انتخاب کا معیار مال ودولت کی فراوانی ہے چنانچہ مالی لحاظ سے کمزور لڑکوں کو رشتے ملنے میں بڑی دشواری کا سامنا ہے ہم فقر وافلاس کے ڈر سے یہ سوچتے ہیں کہ اتنی مفلس ونادار لڑکی کا رشتہ کیوں قبول کرلیں یا غریب اور مالی وسائل سے محروم لڑکے کو رشتہ کیسے دیں جبکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وانكحوا الايامى منكم والصالحين من عبادكم وامائكم. ان يكونوا فقراء يغنهم الله من فضله . والله واسع عليم(۴۷)

اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کردیا کرو اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کے بھی جو نیک ہوں اگر وہ مفلس ہوں گے تو خدا ان کو اپنے فضل سے خوشحال کردے گا اور خدا وسعت والا جاننے والا ہے۔

اسلامی شریعت کی یہی ہدایت ہے کہ رشتہ طے کرنے میں مفلسی اور مفلوک الحالی مانع نہیں ہونی چاہیے جبکہ ہمارے سماج میں نہ تو مفلس اور نادار لڑکیوں کے رشتے قبول کیے جاتے ہیں اور نہ ہی مفلس اور معاشی لحاظ سے کمزور لڑکوں کو رشتے دیے جاتے ہیں لیکن اسلام

ہمیں حکم دیتا ہے کہ مرد کی معاشی سطح اتنی ہو کہ وہ عورت کا مہر اور نفقہ ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے رشتہ دینے سے ہچکچانا نہیں چاہیے بشرطیکہ اس کی دیانت واخلاق سے تمہیں اطمینان ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ثلثة حق علی اللہ عونهم المکاتب الذی یرید الاداء والناکح الذی یرید العفاف والمجاهد فی سبیل اللہ (۴۸)

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین شخصوں کی مدد کرنا اللہ پر لازم ہے۔ ایک وہ مکاتب جو ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ دوسرا نکاح کرنے والا جو عفت وپاکدامنی کا ارادہ رکھتا ہے اور تیسرا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

اگر ہم اسلام کے اس زریں اصول کو مشعل راہ بنالیں تو ہمارے معاشرے کے اکثر نوجوان لڑکے اور لڑکیاں رشتہ ازدواج میں منسلک کیے جاسکتے ہیں جن کو معاشی لحاظ سے کم مرتبہ تصور کیا جاتا ہے حالانکہ وہ دین داری اور اخلاق و کردار میں اچھی شہرت کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ معاشرتی ناانصافی اور ستم ظریفی نہیں کہ ایک دیندار اور اعمال صالحہ کی خوگر لڑکی کو ایک مالدار و خوشحال یا اعلی عہدہ پر فائز لڑکے سے بیاہ دیا جائے جس میں نہ دین داری ہو اور نہ ہی اس کا اخلاق و کردار صحیح ہو۔

۲ تعلیمی تفوق و برتری اور رشتوں میں دُشواری:

تعلیم کی اہمیت وافادیت محتاج بیان نہیں۔ تعلیم انسان کو مہذب بناتی ہے اور اس کے اخلاق و کردار کو سنوارتی اور نکھارتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے حصول علم پر بڑا زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

قُل هلْ یَستوی الذین یَعلَمُونَ والذین لَایعلمون (۴۹)

کہہ دو کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہوسکتے ہیں

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

طلب العلم فریضة علی کل مسلم (۵۰)

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں تعلیم کی ضرورت وافادیت اور اس کے حصول کیلئے ترغیب کا یہ تقاضا تھا کہ ہم اپنے لئے ایسا نظام تعلیم تشکیل دیتے جو ہمارے عقائد واعمال، معاملات، معاشرت اور اخلاق و کردار کو سنوارتا۔ لیکن بد قسمتی سے ملک میں مغربی نظام تعلیم کو فروغ دیا گیا جس سے ہمارے تعلیمی اداروں پر جدید مغرب کی مادیت، عقلیت، دین سے بیزاری، الحاد اور تشکیک کی گہری چھاپ چھائی ہوئی ہے چنانچہ جدید تعلیم کے اثر نے مسلم نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کا مزاج ایسا بگاڑ دیا ہے کہ جس لڑکے یا لڑکی نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرلی تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا شریک حیات بھی اسی جیسا تعلیم یافتہ ہو جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بہت سے تعلیم یافتہ لڑکے اور لڑکیاں رشتہ ازدواج میں اس لئے منسلک نہیں ہوسکتے کیونکہ انہیں اپنے برابر کا جوڑ نہیں مل سکتا۔ یہی مغربی لادینی نظام تعلیم کے ثمرات ہیں جن سے ہمارا معاشرہ دوچار ہے۔ افسوس صد افسوس اگر دینی واسلامی تعلیمات پر مربوط نظام تعلیم رائج کردیا جاتا تو اس کے نتائج مختلف ہوتے اور جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کے سامنے انگریزی تعلیم عزت وشرف کا ذریعہ نہ بنتی بلکہ عزت وتکریم کا ذریعہ نیکی اور پرہیزگاری ہوتی جس کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے:

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (۵۱)

اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔

جدید تعلیم یافتہ لڑکوں اور لڑکیوں کا یہ معیار اسلام کے نزدیک کوئی قدر و منزلت نہیں رکھتا بلکہ اسلام کے نزدیک معیار صالح و متقی ہونا ہے چنانچہ ان کو یہ معیار نظر انداز کر کے اسلامی معیار اپنانا چاہیے اور اسی کے مطابق شریک حیات کا انتخاب کرکے ازدواجی زندگی کا آغاز کرنا چاہیے۔ ماڈرن اور مخلوط نظام تعلیم بھی ہمارے معاشرے کیلئے ایک لعنت ہے۔ تعلیمی اداروں اور درسگاہوں میں نوجوان جوڑے آزادانہ میل جول اور حیاء سوز ملبوسات زیب تن کئے مسکراتے اور اٹھکیلیاں کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اسلام حیا و شرم، عفت و عصمت غیرت و حمیت والا دین ہے۔ اس نے اس بات کو بھی حرام ٹھہرایا ہے کہ مرد اپنی نگاہ اجنبی عورت پر ڈالے اور عورت اجنبی مرد پر۔ اس لئے کہ آنکھیں دل کی کلید ہیں اور نظر فتنہ کی پیغامبر۔ ایک قدیم شاعر نے کہا ہے:

کل الحوادث مبداھامن النظر ومعظم النارمن مستصغرالشرر
نظرۃ فا بتسا مۃ فسلام فکلام فمو عد فلقاء

ترجمہ: تمام حوادث کی ابتدا نظر سے ہوتی ہے اور چھوٹی چنگاری سے ہی زبردست آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ پہلے نظر، پھر مسکراہٹ پھر سلام۔ پھر کلام پھر وعدہ اور پھر ملاقات

مخلوط تعلیم میں جوان لڑکے اور لڑکیاں ذہنی ناپختگی کے عالم میں جذبات محبت میں بہہ کر والدین اور سرپرستوں کی مرضی کے بغیر ہی ایک دوسرے کا شریک حیات بننے کا فیصلہ کرلیتے ہیں اور یہ رجحان دن بدن بڑھتا جارہا ہے۔ معاشرتی پراگندگی کا عالم یہ ہے کہ لڑکیاں اپنی پسند کے شوہروں کے ساتھ جانے پر مصر ہیں جبکہ والدین کے نزدیک ان کی لڑکیوں کا یہ اقدام ننگ وعار کا موجب ہے۔ ایک طرف لڑکیوں کے جذبات واحساسات کا معاملہ ہے تو دوسری طرف والدین کی عزت وناموس کا مسئلہ ہے۔ اسلام نے ان دونوں پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر اس مسئلے کا حل جو پیش کیا ہے وہ ہر لحاظ سے قابل تعریف بھی ہے اور زمانے کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو پورا کرنے کی استعداد بھی رکھتا ہے۔

اسلام عورت کو مسلمان مردوں میں سے اپنے لئے شوہر کے انتخاب کا حق عطا کرتا ہے لیکن اس معاملہ میں اس کیلئے اپنے باپ دادا یا دوسرے اولیاء کی رائے کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ اگرچہ اولیاء کو یہ حق نہیں کہ عورت کی مرضی کے خلاف کسی سے اس کا نکاح کردیں مگر عوت کیلئے بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنے خاندان کے ذمہ داروں کی رائے کے خلاف جس کے ساتھ چاہے نکاح کرلے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جہاں مرد کے نکاح کا ذکر ہے وہاں نکح ینکح کا صیغہ لایا گیا ہے جس کے معنی خود نکاح کرلینے کے ہیں مگر جہاں عورت کے نکاح کا ذکر آیا ہے وہاں عموماً باب افعال سے " انکاح " کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی نکاح کردینے کے ہیں۔

فقہی مکاتب فکر کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ ایک باکرہ بالغہ اپنے نکاح کے معاملہ میں خودمختار ہے یاولی کے ماتحت ہے؟ چنانچہ امام شافعی اورامام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک عورت گو عاقلہ بالغہ ہو نکاح کے بارے میں خودمختار نہیں ہے بلکہ ولی کی محتاج ہے۔ ان بزرگوں نے ایک طرف تو عورت کو اس قدر مجبور کیا دوسری طرف ولی کو ایسے وسیع اختیارات دیئے کہ وہ زبردستی جس شخص کے ساتھ چاہے نکاح باندھ دے عورت کسی

حال میں انکار نہیں کر سکتی۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بالغہ عورت اپنے نکاح کی آپ مختار ہے بلکہ اگر نابالغی کی حالت میں ولی نے نکاح کر دیا ہو تو بالغ ہو کر وہ نکاح کو فسخ کر سکتی ہے(۵۳)

اس اختلاف کی اصل بنیاد عورتوں کے حقوق کے مسئلہ پر مبنی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے تمام مسائل میں مردوں اور عورتوں کے حقوق میں اصول مساوات کو مد نظر رکھا ہے۔ امام موصوف کے نزدیک نکاح طلاق عتق وغیرہ معاملات میں عورتوں کی شہادت اسی طرح معتبر ہے جس طرح مردوں کی، بخلاف اس کے دیگر آئمہ مجتہدین کے نزدیک عورتوں کی شہادت کا اعتبار نہیں۔ بعض معاملات میں ان بزرگوں نے عورتوں کی شہادت بھی جائز رکھی ہے تو یہ قید لگائی ہے کہ دو سے کم نہ ہوں اور امام شافعی کے نزدیک تو چار سے کم کا کسی حالت میں اعتبار نہیں۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جس طرح ایک مرد کی گواہی معتبر ہے عورت کی بھی ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک عورت منصب قضاء پر مامور کی جاسکتی ہے لیکن اور آئمہ اس کے مخالف ہیں اسی بناء پر ان کے نزدیک جب مرد نکاح ک معاملہ میں خود مختار قرار دیا گیا ہے تو عورت کو بھی ایسا ہی اختیار دینا چاہیے۔(۵۴)

اس اختلافی مسئلہ میں امام شافعی اور امام ابو حنیفہؒ کی اجتہادی رائے اور فتوی کا دارومدار قوی دلائل پر ہے اگر امام شافعیؒ " لانکاح الابولی " سے استدلال ہے تو امام صاحبؒ کی طرف "الثیب احق بنفسھامن ولیھاوالبکر تستاذن فی نفسھا "موجود ہے(۵۵)

ہمارے معاشرے میں نوجوان لڑکیوں کے جذبات محبت کی بنا پر والدین کی مرضی کے برعکس اپنا نکاح خود کرنے کے رجحان کو روکنے اور دوسری معاشرتی قباحتیں ختم کرنے کی غرض سے میری اپنی ذاتی رائے یہ ہے کہ امام شافعی کے مسلک کی پیروی کی جائے تاکہ تمدن کی بنیاد مضبوط اور پائیدار ہو۔ علاوہ ازیں عام مشاہدے کی بات ہے کہ والدین کی مرضی کے برعکس نکاح کرنے والی لڑکیاں ازدواجی زندگی میں ناکام ہو کر شوہروں سے جدا ہونے کے ساتھ ساتھ والدین کی طرف سے بھی دھتکار دی جاتی ہیں۔ چنانچہ مصلحت اسی میں ہے کہ عورتوں کو نکاح کے معاملہ میں ولی کے ماتحت کیا جائے۔

٣۔ جہیز ایک بڑی رکاوٹ:

منگنی ونکاح کے سلسلہ میں جہیز کی فراہمی ایک بڑی رکاوٹ ہے حالانکہ جہیز دینا کوئی دینی ومذہبی مسئلہ نہیں ہے۔ ہمارے معاشرے میں لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک دوسرے سے منسوب تو کر دیا جاتا ہے لیکن رخصتی اس لئے عمل میں نہیں لائی جاتی کیونکہ لڑکی کے والدین لڑکے کی خواہشات کے مطابق جہیز کی اشیاء مکمل نہیں کرپاتے بلکہ بسااوقات جہیز کے مطالبے پر منگنی اور نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

جہیز کی شریعت اسلامیہ میں کوئی حیثیت نہیں سوائے اس کے کہ والدین اپنی لڑکی کو بطور تحفہ ضروریات زندگی کی تکمیل کیلئے کچھ سامان دے دیں جو باسانی میسر ہو۔ جو لوگ وسیع اور بھاری جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں انہیں بھی عقل سے کام لینا چاہیے تاکہ اس بری رسم سے ہزاروں دوشیزائیں جن کو ازدواجی زندگی کی برکات سے محروم کیا گیا ہے، مستفید ہونے کا موقع مل سکے۔ اسی حکمت و مصلحت کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اعظم النکاح برکة ایسرہ مؤنة(٥٦)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ نکاح بڑا برکت والا ہے جس میں کم سے کم خرچ ہو۔

٤۔ مہر کا تعین:

اسلام نے مرد پر یہ فرض عائد کردیا ہے کہ وہ عورت سے نکاح کے وقت اپنی استطاعت کے مطابق ہمدردی واحترام اور اس کی دلجوئی کی خاطر معاوضہ ادا کرے جس کو شرعی اصطلاح میں حق مہر کہتے ہیں۔ قرآن وحدیث میں اس کی ادائیگی کی بڑی تاکید آئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

واتوا النساء صدقتهن نحلة. فان طبن لكم عن شئی منه نفساً فكلوه هنيئا مريئا(٥٧)

اور عورتوں کے مہر خوشی سے دے دیا کرو ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے ذوق شوق سے کھالو۔

ایک اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنهنّ فَاٰتُوهُنّ اُجورهن فَرِيضَةً. ولا جُنَاحَ عَلَيكم فِيما تراضيتم بِهِ مِن بَعد الفريضة. ان اللّٰهَ كانَ عليمًا حكيماً (۵۸)

جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو ان کا مہر جو مقرر کیا ہو ادا کرو اور اگر مقرر کرنے کے بعد آپس کی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کرلو تو تم پر کچھ گناہ نہیں بے شک خدا سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

قرآن مجید کے علاوہ حدیث نبوی ﷺ میں بھی مہر کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے۔

عن عقبة رضى اللّٰهعنه عن النبى صلى اللّٰهعليه وسلم قال احق ما اوفيتم من الشروط ان توفوا به مااستحللتم به الفروج (۵۹)

حضرت عقبہؓ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کی شرطوں میں سے جس شرط کا پورا کرنا تمہارے لئے سب سے زیادہ اہم ہے وہ وہی شرط ہے جس کے ذریعے تم نے عورتوں کی شرمگاہوں کو اپنے لئے حلال کیا ہے (یعنی دین مہر)

شریعت اسلامیہ میں مہر کی کوئی مقدار معین نہیں فرمائی گئی اس لئے کہ نکاح کرنے والوں کے حالات اور استطاعت مختلف ہوتی ہے لہذا جہاں تک مہر کی تحدید کا تعلق ہے تو اسلامی قانون میں اس کی گنجائش نہیں ہے لیکن صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ مہر کی زیادتی میں مبالغہ کرنا اور مرد کی قوت برداشت سے زیادہ مہر باندھنا ناپسندیدہ فعل ہے۔

ہمارے معاشرے میں بے شمار لڑکوں اور لڑکیوں کی منگنیاں اور نکاح اس وجہ سے ٹوٹ جاتے ہیں کہ لڑکیوں کے اولیاء کی طرف سے زیادہ اور بھاری مہر باندھنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے جبکہ لڑکوں کی قوت برداشت ادائیگی مہر میں مانع بن جاتی ہے۔

حوالہ جات

۱. سورۃ الروم:۲۱!

۲. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم ، باب الولی فی النکاح واستیذان المرٔۃ مکتبہ رحمانیہ لاہور.ص:۷۳

۳. ایضاً

۴. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم، باب النظر الی المخطوبۃ وبیان العورات ص:۶۷

۵. سنن نسائی ، جلد دوم، کتاب النکاح ص:۳۶۶ مطبع حامد اینڈ کمپنی پبلیشرز لاہور.

۶. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم، باب المنھی عنھامن البیوع ص:۱۸

۷. ایضاً جلد دوم ، باب اعلان النکاح ص:۷۴

۸. سورۃ المائدہ :۱

۹. سورۃ بنی اسرائیل:۳۴

۱۰. سورۃ الرعد:۲۱.۲۰

۱۱. مشکواۃ المصابیح ، جلد اول، کتاب الایمان ص:۲۳

۱۲. ایضاً جلد دوم ، باب المزاح ص:۴۳۳

۱۳. سنن نسائی ، جلدسوم ، کتاب الایمان وشرآئعہ ص:۳۷۶

۱۴. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم، باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم ص:۴۲۸

۱۵. ایضاً باب الوعد ص:۴۳۰

۱۶. سنن ابی داؤد شریف(مترجم) جلد دوم ، باب فی الثیب.ص:۱۴۰ ، مطبع سعیدی کراچی

۱۷. ایضاً

۱۸. ایضاً، باب فی البکر یزوجھا ابوھاولا یستامرھاص:۱۳۹

۱۹. سورۃ البقرہ:۲۲۱

۲۰. جامع ترمذی شریف(مترجم)جلد اول ، باب ماجاء لانکاح الابولی ص:۵۰۹ مطبع سعیدی کراچی

۲۱. سورۃ الطلاق ص:۴

۲۲. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم ، باب الولی فی النکاح واستیذان المراۃ ص:۱۷
۲۳. ہدایہ ، باب فی الاولیاء والاکفاء جلد دوم ،ص:۲۹٦. بحوالہ اسلامی قانون. نکاح . طلاق وراثت تالیف مولانا مفتی فضیل الرحمن ہلالی عثمانی ص:۲۵۸ ، دارالاشاعت کراچی.
۲۴. ایضاً
۲۵. اسلامی فقہ ، حصہ دوم، مولانا مجیب اللہ ندوی ص: ۳۳۱ مکتبہ تعمیرانسانیت لاہور.
۲٦. ایضاً ص:۳۳۲
۲۷. جدید فقہی مسائل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی جلد دوم ص: ٦۵ مکتبہ مدنیہ لاہور.
۲۸. اسلامی فقہ ، حصہ دوم، مولانا مجیب اللہ ندوی ص:۳۳۴ مکتبہ تعمیرانسانیت لاہور.
۲۹. سورۃ البقرہ: ۱۸۷
۳۰. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم ، کتاب النکاح ص:٦۴
۳۱. ایضاً
۳۲. ایضاً ص:٦۵
۳۳. سورۃ النساء : ۳۴
۳۴. شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ (اردو)حقوق زوجیت ص:۴۹٦، دارالاشاعت کراچی
۳۵. صحیح مسلم مع شرح نووی جلد پنجم ، کتاب اللباس والزینۃ ص:۳۳۳ خالد احسان پبلیشرز لاہور.
۳٦. ایضاً
۳۷. سنن نسائی ، جلد سوم ، کتاب الزینۃ ص:۳۸۴
۳۸. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم ،باب لترجل ص:۳۴۳
۳۹. صحیح مسلم مع شرح نووی جلد پنجم ، کتاب اللباس والزینۃ ص: ۳۳۵ خالد احسان پبلیشرز لاہور.
۴۰. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم ،باب الرفق والحیاء وحسن الخلق ص: ۴۷۰
۴۱. ایضاً
۴۲. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم ،کتاب النکاح ص:٦٦
۴۳. ایضاً

۴۴. امام غزالی ، احیاء العلوم جلد دوم ص:٦٩ ، مکتبہ رحمانیہ لاہور.
۴۵. ایضاً ص: ۷۰
۴٦. ایضاً ص: ۷۰ .۷۱
۴۷. سورة النور:٣٢
۴۸. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم ،کتاب العلم ص: ٦٥
۴۹. سورة المزمل :٩
۵۰. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم ،کتاب العلم ص:٦٨
۵۱. سورة الحجرات :١٣
۵۲. الدکتور یوسف القرضاوی ، اسلام میں حلال اورحرام ص: ٢٠١ ، اسلامک انٹرنیشنل پبلیشرز لاہور.
۵۳. شبلی نعمانی ، سیرت النعمان ص:٢٠۴ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور.
۵۴. ایضاً
۵۵. ایضاً ص:٢٠٥
۵٦. مشکواۃ المصابیح ، جلد دوم ،کتاب النکاح ص:٦٦
۵۷. سورة النساء : ۴
۵۸. سورة النساء : ٢۴
۵۹. صحیح بخاری شریف (مترجم)جلد سوم ، کتاب النکاح ص:٩٦ مطبع سعیدی کراچی.